جناب ضیاء الدین لاہوری صاحب

پروفیسر طاہرالقادری کا نظریہ رؤیت ہلال

"فصل المقال فی رؤیۃ الہلال" کے علمی نام اور "رؤیت ہلال" کے مسئلہ پر

"مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا مبسوط علمی اور تحقیقی فتویٰ" کے عنوان سے مجلہ ماہنامہ "منہاج القرآن" لاہور کے شمارہ مارچ ۱۹۹۶ء میں ایک تحریر کی قسط اول مطالعے میں آئی ۔ نہایت سنجیدگی سے محسوس کیا کہ اس میں موضوع کے ساتھ سخت ناانصافی کی گئی ہے اور ناقص معلومات اور قیاسات کی بنیاد پر غلط نتائج اخذ کئے گئے ہیں ۔ ارادہ کیا کہ اسکا علمی اور فکری تجزیہ کیا جائے مگر اسے فتوے کی مکمل اشاعت تک ملتوی کردیا ۔ دوسال سے زیادہ عرصہ گزرچکا ہے اور ہنوز اس کی اگلی قسط شائع نہیں ہوئی لہذا قسط اول ہی کو سامنے رکھ کر چند علمی حقائق پیش کرنے کی جسارت کی جاتی ہے ۔

علم کی کسی صنف میں طبع آزمائی کے لئے اس کی ابتدائی اور بنیادی معلومات کا حصول نہایت ضروری ہے ۔ اگر موضوع کسی فن سے متعلق ہوتو اس پر بحث کےلئے گہرے مطالعے کی ضرورت ہوتی ہے ، نیز ماہرین فن کی رہنمائی میں ایک عرصے تک تحقیقی مراحل طے کرنا پڑتے ہیں ۔ اس کے بغیر مقالے اور فتوے تحریر کرنے اور ان میں بڑی بڑی باتیں بیان کرنے سے عظیم فروگذاشتیں عمل میں آتی ہیں اور " لاتقربوالصلوٰۃ " والا معاملہ ہوجاتا ہے کہ ملحقہ عبارت کو چھوڑ کر یا اس کے پس منظر سے آگاہی حاصل کئے بغیر محض عربی زبان کے چند الفاظ کی شدبد کی بنیاد پر نمازہی کے عدم جواز کا فتویٰ دے دیا جائے ۔ ہر عالم اور فاضل کی علمی مہارت ایک خاص موضوع تک محدود ہوتی ہے ۔ کوئی نامور مقرر یا اہل قلم بڑی بڑی ڈگریوں کا حامل ہونے کے باوجود علم کی ہر صنف میں علامہ نہیں ہوسکتا ۔ ایک شیخ الحدیث جو متعلقہ موضوع پر دسترس رکھتا ہے ۔ شیخ القرآن اس موضوع سے نہایت قریبی تعلق رکھنے کے باوجود ویسی مہارت کا حامل نہیں ہوتا ۔ سائنسی نوعیت کی ایک بالکل ہی غیر متعلقہ شاخ میں ماہرانہ طبع آزمائی کی کوشش کرنا دوسروں کو خود پر ہنسی اڑانے کا موقع فراہم کرتا ہے ۔ ایسے شخص کےلئے تو اس مضمون کی توضیحات کو درست طور پر سمجھ لینا بھی دشوار ہوتا ہے ، چہ جائیکہ وہ اپنی علمیت کا رعب جمانے کےلئے اس فن پر سند ہونے کا دعویٰ کردے ۔ فلسفیانہ نکات کے بیان اور سائنسی اصولوں کی روشنی میں بحث دونوں میں یکساں مہارت کا حامل ہونا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی ۔ ان کی نوعیت میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے ۔ اول الذکر

صورت میں ایک شخص اپنے کسی خاص وصف کی بدولت الفاظ کی جادوگری سے عوام الناس میں اپنی خوب واہ واہ کرواسکتا ہے ۔ اس مقصد کے لئے اس میں موضوع کو محض دلچسپ اور منفرد انداز میں پیش کرنے کی صلاحیت ہونی چاہئیے ۔ اس طرح وہ اپنی تخیلاتی اور تصوراتی پروازوں کے زور پر سامعین یا قارئین سے خود کو منواسکتا ہے مگر سائنسی مضامین کے بیان میں یہ استعمال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان فنون کے مسلمہ اصول اور کلیے غلط توضیحات کو باطل قرار دینے کے لئے کافی ہوتے ہیں ۔ متذکرہ فتویٰ بلاشبہ کارآمد فلکیاتی اشکال سے مزین ہے البتہ فلکیاتی موضوع کی کسی کتاب سے زمین اور چاند کے متعلق بعض قطعاً غیر ضروری اعدادوشمار نقل کرکے واقف حال قارئین کے لئے تفنن طبع کا سامان بہم پہنچایا گیا ہے ۔ دوربینوں کے عدسوں کی استعداد کے بارے میں بے مقصد تفصیلات شامل کی گئی ہیں ۔ انگریزی اصطلاحوں کے جابجا استعمال انگریزی مآخذ کے حوالے اور معلومات کے یہ ڈھیر دیکھ کر ناواقف اشخاص اس وہم میں مبتلا ہوسکتے ہیں کہ فاضل فتویٰ نگار کو اس موضوع پر مکمل عبور حاصل ہے مگر جب علوم فلکیات کے مبتدی طالب علم بھی سائنسی اصولوں کی روشنی میں اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ دنگ رہ جاتے ہیں کہ ایک عالم اور فاضل کہلوانے والی ایک معروف عالمی شخصیت کی تحریر بنیادی غلطیوں سے کس قدر معمور ہے ! فاضل فتویٰ نگار کی دوسال تک پراسرار خاموشی سے یوں لگتا ہے کہ اس کی اشاعت کے بعد کسی کرم فرمانے انہیں بتا دیا ہوگا کہ اس تحریر کی کوئی علمی حیثیت نہیں لہذا اگلی قسط یا قسطیں روک لی گئیں ۔

انسان خطا کا پتلا ہے ۔ ہر شخص سے غیرارادی طور پر غلطی ہوجانا ممکن ہے مگر جہاں کوئی غلطی دوسروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہو اور غلطی کنندہ کو حقیقت حال کا علم ہوجائے تو اس پر واجب ہوجاتا ہے کہ وہ اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے اوروں کو اس کے بداثرات سے بچانے کی کوشش کرے ۔ متذکرہ بالا صورت حال میں فاضل فتویٰ نگار کا فرض تھا کہ اگرنادانستگی میں ہی سہی ، غلط باتیں لکھ دی گئی تھیں تو قارئین کو آگاہ کردیتے کہ اس فتوے کو منسوخ کیا جاتا ہے لہذا اس کے مندرجات کو شرعی امور میں ماخذ نہ بنایا جائے ۔ پھر یہ بھی ضروری تھا کہ اس امر کی مناسب طور پر تشہیر کی جائے تاکہ ہر خاص وعام گمراہی سے بچ جائے ۔ یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ، ہمیشہ سے ایسا ہوتا آیا ہے ۔ دیانت دار علماء اور فضلاء نے لاعلمی میں بیان کردہ اپنی تحریروں یا تقریروں کے ایسے حصوں کا ذکر کرتے ہوئے انہیں اپنی جہالت تک قرار دیا اور اس اقرار میں کوئی شرم نہ کی اور اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگی کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ خلق خدا ان غلط باتوں سے گمراہ ہو اور اس کا بار روزقیامت ان کی گردن پر پڑے ۔ جن کے دل میں ذرا بھی خوف ہو وہ ایسے معاملے میں دنیوی عزت ونمود کو خاطر میں نہیں لاتے اور نہایت عجزوانکساری کے ساتھ اپنی غلطی کا برملا اعلان کردیتے ہیں ۔ فاضل فتویٰ نگار کو خیال کرنا چاہیئے کہ ان کی خاموشی سے

موضوع کی جزئیات سے ناواقف کس قدر لوگ ، جو ان کی علمیت پر اعتقاد اور یقین رکھتے ہیں ، ان غلط باتوں کو قبول کیئے رکھیں گے اور رؤیت ہلال کے غلط نظریات کی ترویج میں اسلامی عبادات کے مقررہ ایام کو اصل مقام سے ہٹاتے رہیں گے ۔ پھر یہی لوگ یہ غلط نظریات دوسروں کو منتقل کرتے رہیں گے اور کب تک یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے گا ۔ سیانے کہتے ہیں کہ اپنی غلطیوں کا اعتراف بہت بڑی بہادری ہے اور ایسے لوگ قابل صد احترام ہوتے ہیں ۔ اس سے عزت برباد نہیں ہوتی بلکہ اور بڑھتی ہے ۔ انا مجروح نہیں ہوتی بلکہ اور قوی ہوتی ہے ۔ بس خلوص شرط ہے ۔ خاموشی یا ٹال مٹول سے کام لے کر اپنی غلط باتوں کی تردید نہ کرنا گمراہی پھیلانے کے مترادف ہے ۔ اگر یہ فلکیاتی تشریحات کے موضوع پر محض ایک معلوماتی مضمون ہوتا اور اس میں اس سے بھی زیادہ غلطیاں ہوتیں تو راقم خاموش رہتا مگر چونکہ رؤیت ہلال ہمارا دینی وملی مسئلہ ہے اور یہاں اسے ایک فتوے کی صورت دی گئی ہے جس میں غلط مفروضوں کی بنیاد پر ایسے نتائج اخذ کیئے گئے ہیں جو علوم فلکیات کے مسلمہ اصولوں کی نفی کرنے کے علاوہ شرعی اصولوں سے بھی متصادم ہیں لہذا یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ اس تحریر کو فنی بنیادوں پر پرکھا جائے ۔ اگرچہ اس میں بہت سی باتیں محل نظر ہیں مگر طوالت کے خوف کو مدنظر رکھتے ہوئے چیدہ چیدہ نکات ہی کو زیر بحث لایا جاتا ہے اور انہیں ماہرین فن کے حوالوں کے ساتھ عام فہم انداز میں پیش کیا جاتا ہے کیونکہ غیر متعلق جزوی اصطلاحوں اور بے مقصد اعداد وشمار کے ڈھیر لگاکر ان سے قارئین کو مرعوب کرنا قطعی مقصود نہیں۔

چاند کی ماہانہ گردش کا عرصہ :- قیرانی ماہ (Synodic Month) کا ذکر کرتے ہوئے فاضل فتویٰ نگار تحریر کرتے ہیں : " واقعتاً پچھلے قران (نئے چاند کی ولادت) سے اگلے قران (نئے چاند کی ولادت) تک کا عرصہ ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ اور ۲،۸ سیکنڈ ہے ...... یہ عرصہ علم ہیئت وافلاک کی جدید تحقیقات کے ذریعے حتمی وقطعی طور پر ثابت اور متعین ہوچکا ہے اس میں کسی ایک ماہ میں بھی کمی بیشی نہیں ہوتی " (صفحہ ۴۴) ۔ فاضل فتویٰ نگار جس عرصے کو " حتمی وقطعی " سمجھے ، دراصل وہ اوسط مدت ہے ۔ قمری گردش کی مدت میں ہر ماہ کمی بیشی ہوتی رہتی ہے ۔ انسائیکلوپیڈیا امریکانہ میں اس کی یوں توضیح کی گئی ہے : " قرانی ماہ کی اوسط مدت ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ اور ۲،۷۸ سیکنڈ ہوتی ہے ۔ اس عرصے میں تیرہ گھنٹے تک کا فرق ہوسکتا ہے " (جلد ۱۹ صفحہ ۴۲۶)

سیگراہل انسائیکلوپیڈیا میں اسے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے : " قرانی عرصے کی اوسط مدت ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ ہوتی ہے اور چاند کے دائرہ گردش میں اس کی بےقاعدہ چال کے باعث تقریباً ۱۳ گھنٹے تک کا فرق ہوتا ہے " ۔ (جلد ۱۱ ، صفحہ ۴۲۰) یہ فرق اوسط مدت سے اردگرد منٹوں سے گھنٹوں تک پھیلا ہوتا ہے ۔

راقم نے اپنے رسالے " رویت ہلال موجودہ دور میں " میں اس فرق کو اس طرح بیان کیا ہے : " ایک نئے چاند سے دوسرے نئے چاند کی مدت ۲۹ دن ۶ گھنٹے اور ۲۹ دن ۲۰ گھنٹے کے درمیان مختلف مہینوں میں مختلف ہوتی ہے اور اس کا کوئی یکساں معیار مقرر نہیں " ۔ (صفحہ ۲۹)

اگر فاضل فتویٰ نگار تھوڑا سا تردد فرماکر اپنے ہی فتوے میں پیش کردہ قران شمسی وقمر کے اوقات میں ماہانہ فرق کا حساب کرلیتے تو وہ مغالطے میں نہ رہتے ۔ اسکے ثبوت میں انہی کی تحریر میں درج فلکیاتی جدول (صفحات : ۵۵ : ۵۶) سے ۱۹۹۲ء کے چند مہینوں کی قرانی مدت کے ۲۹ دن سے اضافی گھنٹے اور منٹ معلوم کرتے ہیں ۔

جنوری فروری ___ ۱۹ گھنٹے ۵۰ منٹ	فروری مارچ ___ ۱۸ گھنٹے ۲۳ منٹ
مارچ اپریل ___ ۱۵ گھنٹے ۳۹ منٹ	اپریل مئی ___ ۱۲ گھنٹے ۴۳ منٹ
مئی جون ___ ۱۰ گھنٹے ۱۲ منٹ	جون جولائی ___ ۸ گھنٹے ۲۲ منٹ
جولائی اگست ___ ۷ گھنٹے ۱۷ منٹ	اگست ستمبر ___ ۷ گھنٹے ۶ منٹ

مزید سالوں کے اعدادوشمار سے اس سے بھی کم مدت کے مہینوں کی نشان دہی کی جاسکتی ہے ۔ اس کے لئے گرینچ کی عالمی رصدگاہ کے مہیاکردہ اوقات مندرج " جوہرتقویم " (صفحات : ۲۵۱ ـ ۲۵۲) سے فقط ۲ مثالیں پیش کی جاتی ہیں ۔

جون جولائی ۲۰۷۰ء ___ ۶ گھنٹے ۵۰ منٹ جون جولائی ۲۰۷۱ء ___ ۶ گھنٹے ۲۲ منٹ

ثابت ہوا کہ چاند کی ماہانہ گردش کا عرصہ " حتمی وقطعی " نہیں بلکہ اسمیں ہر ماہ کمی بیشی ہوتی رہتی ہے ۔

چاند کا زمین کی جانب حصہ :- " چاند کا گھٹنا بڑھنا " کے عنوان کے تحت فاضل فتویٰ نگار تحریر کرتے ہیں : " .... چاند کا ۵۹ فیصد حصہ زمین کی جانب رہتا ہے اور ۴۱ فیصد دوسری سمت جو ہمیں کبھی بھی دکھائی نہیں دیتا ۔ جب ہم چودھویں رات میں ماہ کامل دیکھتے ہیں تو فی الحقیقت اس وقت ہم چاند کا ۵۹ فیصد حصہ دیکھ رہے ہوتے ہیں " ۔ (صفحہ ۴۵) ۔ فاضل فتویٰ نگار نے کہیں سے ۵۹ فی صد کا ذکر پڑھ لیا اور اس کی توضیح کا مطالعہ کئے بغیر اسے ماہ کامل سے منطبق کردیا ۔ صحیح کیفیت انسائیکلوپیڈیا امریکانہ میں یوں تحریر ہے : " کسی بھی مقام سے کسی ایک وقت پر زمین سے چاند کی ۵۰ فیصد سے زیادہ سطح دکھائی نہیں دے سکتی تاہم چاند کی چند حقیقی اور نمایاں حرکات ہمیں اس قابل بناتی ہیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ متذکرہ فی صد سے کچھ زیادہ حصہ دیکھ سکیں " ۔ (جلد ۱۹ صفحہ : ۴۲۶)

انسائیکلوپیڈیا میں اس کے بعد چاند کی وہ خاص حرکات بیان کی گئی ہیں جو علم ہئیت کی اصطلاح میں " متحرک ترازو کی مانند جھولنے " (Librations) کہلاتی ہیں ۔ چاند کی ہئیت اور زمین کے گرد اس کی بے قاعدہ

گردش کے دوران واقع ہونے والے ان جھولنوں کے باعث مختلف موقعوں پر اس کی سطح کی مزید ہلکی ہلکی مختصر جھلکیاں نظر آتی ہیں ۔ اس کے نتیجے میں : " بحیثیت مجموعی چاند کی سطح کی زائد جھلکیاں چاند کو کسی ایک وقت پر دیکھے جانے کی نسبت ۹ فیصد زیادہ ظہور میں آتی ہیں ، جس سے جملہ فیصد ۵۹ ہوجاتی ہے " (ایضاً) یعنی ایک وقت پر زمین سے دکھائی دینے والے چاند کی سطح زیادہ سے زیادہ ۵۰ فیصد تک دکھائی دیتی ہے ۔ ۵۹ فیصد نہیں ۔

ننگی آنکھ کی رویت کا ریکارڈ :- اس عنوان کے تحت فاضل فتویٰ نگار کم عمر کے ہلال دکھائی دیے جانے کے چند ریکارڈ پیش کرنے کے بعد یہ فیصلہ دیتے ہیں کہ : " ننگی آنکھ کی رؤیت میں چاند (ہلال) کا ۲۰ گھنٹوں سے بھی کم عمر میں ، حتیٰ کہ ساڑھے چودہ سے سولہ گھنٹوں کی عمر میں دکھائی دیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ پیدائش قمر (قران) کے بعد ہلال بعض اوقات اتنے عرصے میں ننگی آنکھ سے دیکھ جانے کے قابل ہوجاتا ہے مگر مختلف مطالع پر مقامی ، موسمی اور فضائی یا ہوائی کیفیات کے باعث عام طور پر دکھائی نہیں دیتا " ۔ (صفحہ : ۴۹) فاضل فتویٰ نگار نے انگلستان میں ۱۸۹۵ء ، ۱۹۱۰ء اور ۱۹۱۶ء کے تین مہینوں کے ساڑھے چودہ سے سولہ گھنٹوں کی عمر کے ہلال ننگی آنکھوں سے دکھائی دئے جانے کی جو مثالیں پیش کی ہیں اگرچہ ان کا تذکرہ فلکیاتی مضامین کے ریکارڈ میں پایا جاتا ہے مگر حقیقتاً ماہرین فلکیات اسے تسلیم نہیں کرتے ۔ راقم نے ماہرانہ رائے کے حصول کےلئے رصدگاہ گرینچ سے رابطہ کیا ۔ جواب میں ڈاکٹر برنارڈیالوپ (Dr.BArnard Yallop) نے اپنے مراسلے محررہ ۲۶ جولائی ۱۹۹۷ء میں تحریر کیا : " سہ ماہی جرنل آف دی رائل اسٹرانومیکل سوسائٹی (۱۹۹۳ء) جلد ۳۴ نمبر ا صفحات ۵۳ تا ۵۶ پر سکیفر (Schacfer) نے واضح کیا ہے کہ انگلستان میں ۲۲ جولائی ۱۸۹۵ء ۱۰ فروری ۱۹۱۰ء اور ۲ مئی ۱۹۱۶ء کی مبینہ رؤیت ہلال ناقابل اعتماد تھیں " ۔ عجیب بات یہ ہے کہ فاضل فتویٰ نگار اپنی تحریر میں متذکرہ بالا دونوں ماہرین فلکیات کو " جدید ترین رصدگاہی ماڈلز " تسلیم کرتے ہیں اور جابجا ان کے حوالے دیتے ہیں مگر جس ریکارڈ کو ان کے ماڈلز " بھی تسلیم نہیں کرتے وہ انہی حوالوں کی بنیاد پر رؤیت ہلال کا معیار متعین کرتے ہیں اور ایسے مفروضے قائم کرتے ہیں جنہیں سن کر سائنس دان بھی دنگ رہ جائیں ۔ انگلستان میں تقریباً ایک صدی قبل کن لوگوں نے اتنی کم عمر کے ہلال دیکھنے کا دعویٰ کیا ؟ کیا وہ لوگ قابل اعتبار تھے ؟ کیا انہوں نے واقعی ہلال دیکھا یا سائنسی فلکیاتی تحقیقات کے پرچوں میں اپنی خصوصی اہمیت اجاگر کرنے کی خاطر فرضی ریکارڈ پیش کئے ؟ فاضل فتویٰ نگار نے ان باتوں کی تحقیق کی زحمت گوارا نہ کی حالانکہ سائنس دان اس بارے میں بہت محتاط ہوتے ہیں ۔ رصدگاہ گرینچ کی اسٹرانومیکل انفارمیشن شیٹ نمبر ۶ محررہ مارچ ۱۹۹۶ء میں تجویز کیا گیا ہے کہ : " رویت ہلال کا مشاہدہ چند غیر وابستہ (Independe) افراد کے ذریعے ہونا چاہئے کیونکہ

غیرارادی طور پر غلط رؤیت کئے جانے کا ہمیشہ امکان ہوتا ہے "۔ رصدگاہی ماہرین کی یہ تجویز حیرت انگیز طور پر ان ضابطوں سے مشابہت رکھتی ہے جو اسلامی فقہ میں رؤیت ہلال کی شہادتوں کے ضمن میں بیان کئے جاتے ہیں۔ یہاں پر ایک اور " ریکارڈ " کا ذکر کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

۱۹۸۴ء میں ۲۹ رمضان المبارک کو لاہور میں چند شہادتوں کی بنیاد پر عیدالفطر کی رؤیت ہوجانے کا اعلان کیا گیا۔ فلکیاتی اوقات کے اعتبار سے ان لوگوں نے گیارہ گھنٹے کی عمر کا چاند دیکھ لیا۔ رؤیت ہلال کمیٹی کے ایک معزز رکن سے راقم کی اس مسئلے پر گفتگو ہوئی تو راقم نے اپنے اس یقین کا اظہار کیا کہ گواہی دینے والے افراد کو مطلع پر موجود کسی اور شے پر چاند کا گمان ہوا ورنہ اس عمر کا چاند کسی صورت دکھائی نہیں دے سکتا۔ بعد میں راقم نے اس بارے میں ملائشیاء کی سائنس یونیورسٹی کے ایک مسلمان ماہرفلکیات ڈاکٹر محمد الیاس کے علاوہ رصدگاہ گرینچ سے ماہرانہ آراء حاصل کیں۔ دونوں نے اس شام رؤیت کے امکان سے قطعی اختلاف کیا۔ یہ آراء انہی دنوں ایک قومی اخبار کے ایک معروف کالم میں شائع ہوئیں۔ رصدگاہ گرینچ کی اس رائے سے کہ " غیرارادی طور پر غلط رؤیت کئے جانے کا ہمیشہ امکان ہوتا ہے " راقم کے متذکرہ بالا یقین کی تصدیق ہوتی ہے۔ جدید ترین سائنسی تحقیق میں رؤیت ہلال کی شہادت کا یہ معیار مقرر کیا گیا ہے تو ایک صدی قبل کی غیر مستند روایات پر آنکھیں بند کرکے کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ چہ جائیکہ انہیں رؤیت ہلال کا معیار بنالیا جائے اور اس سے سائنسی اور شرعی اصول وضع کئے جائیں۔ ہمارے لاہور کے شاہدوں نے گیارہ گھنٹے کی عمر کا چاند دیکھ کر نہ صرف انگلستان کے مبیّنہ ریکارڈ کو تین چار گھنٹوں کے فرق سے توڑا بلکہ وہ (اگلے عنوان کے تحت) فاضل فتویٰ نگار کے پیش کردہ کم ازکم ۱۳ گھنٹے کے دوربینی ریکارڈ کو بھی دو گھنٹوں کے فرق سے مات دے گئے۔ فاضل فتویٰ نگار نے لاہور میں کم ازکم عمر کے ہلال دکھائی دینے کی جو مثالیں دیں وہ ۱۹ تا ۲۲ گھنٹوں کے درمیان ہیں۔ انہوں نے جس کتاب سے یہ معلومات حاصل کیں اس میں اس واقعے سے دوسال قبل تک کی تفصیلات درج ہیں۔ اگر انہیں اس " ریکارڈ توڑ " رؤیت ہلال کا علم ہوجاتا تو وہ اسے لازمی طور پر سرفہرست پیش کرتے۔

نیا بصری فلسفہ :- فاضل فتویٰ نگار نے دوربین کے ذریعے کم ازکم ۱۳ گھنٹے کی عمر کا ہلال دیکھے جانے کا ریکارڈ پیش کرتے ہوئے ننگی آنکھ اور دوربینی آلات کی رؤیتوں میں فرق کو بہت معمولی بتایا ہے۔ انہوں نے چند مفروضے قائم کئے ہیں اور انکی بنیاد پر ایک نیا بصری فلسفہ پیش کیا ہے۔ چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

" ہلال کو ننگی آنکھ سے دیکھنا یا جدید رصدگاہی آلات اور دوربین کے ذریعے دیکھنا دونوں رؤیتیں اصلاً ایک ہی چیز ہیں۔ ان میں بنیادی طور پر کوئی تضاد یا تخالف نہیں ہے بلکہ دوسری صورت پہلی ہی

صورت کیلئے ممدومعاون کا درجہ رکھتی ہے "۔ (صفحہ ۴۷) " جولوگ محض بصری رؤیت کو معتبراور آلاتی و دوربینی رؤیت کو غیر معتبر سمجھتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہئیے کہ رصدگاہی آلات اور دوربینیں کتنی ہی طاقت ور کیوں نہ ہوں ہلال کو عدم سےوجود میں نہیں لاسکتیں۔" (ایضاً) " جب ایک شخص کی بینائی کمزور ہوجائے تو عینک کی امداد سے وہ اپنی طبعی قوت مشاہدہ میں اضافہ کرلیتا ہے ۔ اسے ہر کوئی جائز سمجھتا ہے تو دوربین (Telescope) جیسے آلات بھی اسی قبیل میں آتے ہیں کیونکہ ان سے بھی فقط قوت مشاہدہ استعداد وادراک میں اضافہ ہوجاتا ہے اور چاند جو بعض اوقات یا بعض مقامات پر مطلع کی دھندلاہٹ کے باعث ننگی آنکھ سے دکھائی نہیں دیتا ۔ یہ آلات انکی رؤیت آسان اور شفاف بنادیتے ہیں لہذا شرعاً وعقلاً ان آلات کی مدد سے واقع ہونے والی رؤیت اور ننگی آنکھ کی رؤیت میں کوئی فرق نہیں ہے "۔ (صفحہ ۴۹) ۔ " حقیقتاً دوربین سے بھی ہلال کو انسانی آنکھ نے ہی دیکھا ہے ۔" (ایضاً)۔ بینائی کمزور ہونے کی صورت میں عینک کے استعمال کو خواہ مخواہ فقہی انداز دے کر اس کے جائز سمجھے جانے کو ایک حجت کے طور پر پیش کیا گیا حالانکہ اس کا مسئلہ رؤیت ہلال سے مطابق کوئی بنیاد نہیں رکھتا ۔ عینک پہننے سے بصارت میں زیادہ سے زیادہ اس قدر اضافہ ہوتا ہے جو ایک مکمل صحت مند نظر رکھنے والے فرد میں ہوتا ہے جبکہ دوربینیں یا ٹیلی سکوپ دوردراز کی ایسی اشیاء کو بھی واضح طور پر دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جنہیں انسانی آنکھیں نقطوں کی صورت میں بھی نہیں دیکھ سکتیں ۔ جس طرح چاند اپنی پیدائش کے کچھ دیر بعد ہلال کی صورت اختیار کرنا شروع کردیتا ہے مگر جب تک وہ ہمیں دکھائی نہیں دیتا وہ ایک لحاظ سے ہمارے لئے معدوم ہی ہوتا ہے اسی طرح متذکرہ شے بھی انسانی آنکھ کےلئے معدوم تھی جسے دوربین یا ٹیلی سکوپ وجود میں لے آئے ۔ جب تیز ترین بصارت کی حامل ہزارہا انسانی آنکھیں کوشش کے باوجود صاف مطلع میں بھی ہلال کو نہ دیکھ سکیں تو ایسی صورت میں دوربین یا ٹیلی سکوپ کی مدد سے دیکھے گئے ہلال کے متعلق یہ کہنا کہ اسے انسانی آنکھ ہی نے دیکھا ہے انتہائی بےوزن دلیل ہے ۔

سائنس کی روزافزوں حیرت انگیز ترقی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس امر کو بعیدازقیاس قرار نہیں دیا جاسکتا کہ ایک وقت آنے والا ہے جب ایسی طاقتور دوربینیں اور ٹیلی سکوپ ایجاد ہوجائیں گے جو چند منٹوں کی عمر کے چاند کی باریک ترین روشن ہوتی ہوئی قوس کو بھی دیکھ سکیں گے ۔ اگر آج ایک خاص طاقت کی دوربینوں کی استعداد کو معیار بناکر تیرہ چودہ گھنٹے کی عمر کے چاند کو رؤیت ہلال کی بنیاد قرار دیا جائے تو کیا مستقبل میں رؤیت ہلال کا معیار پھر بدل دیا جائے گا ؟ اور کیا کسی ادارے سے پھر ایک نیا فتویٰ جاری ہوگا کہ اصل میں قرن شمس وقمر کا دوسرا لمحہ ہی رؤیت ہلال ہے ۔ دوربینیں اور ٹیلی سکوپ کس قدر ہی ترقی کرجائیں لیکن یہ امر طے ہے کہ انسانی آنکھ کی طاقت اس وقت بھی آج سے زیادہ طاقتور نہیں ہوگی ۔

کیا اس وقت کے فتویٰ نگار بھی انسانی بصارت اور ٹیلی سکوپ کے اس عظیم بُعد کو ایک ہی کیفیت قرار دیں گے؟ اگر کل کو یہی فیصلہ دینا ہے تو پھر بتدریج کی کیا ضرورت ہے؟ آج بھی مشرق وسطیٰ کے ان ممالک کی تقلید کی جاسکتی ہے جو ایک عرصے سے قران شمس وقمر کو رؤیت ہلال کی بنیاد بناچکے ہیں۔ ان میں سے ایک طبقے کا فتویٰ یہ ہے کہ قران کے بعد جو بھی غروب آفتاب ہو (خواہ ایک منٹ بعد ہو) وہی رؤیت ہلال کی شام ہے۔ اس سے بھی بڑھکر دوسرا طبقہ اس شام کو بھی رؤیت ہلال کا درجہ دیتا ہے جس میں قران نصف شب سے پہلے ہوجائے، یعنی وہ قران سے بھی کئی گھنٹے قبل چاند ہوجانے کا اعلان کردیتا ہے۔ وہ چاند دیکھنے دکھانے کے چکر میں ہی نہیں پڑتے۔ ہمارے ہاں اس انتہاتک پہنچنے کی یہ ابتدائی کوشش معلوم ہوتی ہے۔ "بغیر آلات بصری رؤیت" اور آلات کی مدد سے بصری رؤیت" جیسی اصطلاحیں وضع کرنے والے شاید ایک خاص طرز کی تجدید اسلام چاہتے ہیں۔

حتمیت اور قطعیت کے دعوے:- سورج، چاند اور زمین سے متعلق ہر قسم کی جغرافیائی، ہیئتی اور فلکیاتی تفصیلات کا ذکر کرتے ہوئے فاضل فتویٰ نگار تحریر کرتے ہیں:

"..... عرصہ ہائے دراز کے مطالعہ ومشاہدہ کے بعد یہ تمام اعدادوشمار باقاعدہ حساب وکتاب اور فارمولوں کی شکل میں ۲ + ۲ = ۴ کی طرح قطعی ویقینی علم کے درجہ تک پہنچ چکے ہیں اس لئے علم الھئیۃ اور علم الرؤیہ اب فی الحقیقت "علم الحساب" بن گیا ہے۔ اسی میں اب ظن وخطا کی وہ کیفیت نہیں رہی جو پہلے تھی۔ اس وقت ہمارے فقہاء کرام علم فلکیات کے ماہروں کے اندازوں کو کاملاً درست تسلیم نہیں کرتے تھے اس لئے ان پر مدار رویت ممکن نہ تھا۔ اس وقت تک اس باب میں سائنسی تحقیقات ومعلومات خود بلوغ وکمال اور فلکیاتی حساب میں حتمیت وقطعیت کے مقام تک نہ پہنچی تھیں مگر اب صورتحال یکسر بدل چکی ہے۔ اب علم ہئیت وفلکیات حساب کے درجہ میں "علم یقین" میں بدل چکا ہے"۔ (صفحہ: ۵۴)

۔ اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کیلئے فاضل فتویٰ نگار نے گذشتہ و آئندہ کے چند سالوں کے قران شمس وقمر کی تاریخیں اور اوقات منٹوں اور سیکنڈوں تک میں پیش کئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سائنسدان یہ مہارت آج نہیں، ایک مدت ہوئی حاصل کرچکے ہیں۔ رہی اصل مسئلے کی بات تو عرض ہے کہ رؤیت ہلال کے معاملے میں سائنسی تحقیقات ومعلومات ابھی تک "حتمیت وقطعیت" کے مقام تک نہیں پہنچیں۔ اس کے ثبوت میں دو مختصر حوالے درج کئے جاتے ہیں۔ رصدگاہ گرینچ کی جاری کردہ اسٹرانومیکل انفاریشن شیٹ نمبر ۶ محررہ مارچ ۱۹۹۶ء بعنوان "نئے ہلال کے پہلی مرتبہ دکھائی دئے جانے کی پیش گوئی پر ایک نوٹ" کے شروع میں ہی یہ بتادیا گیا ہے کہ: "قطعی طور پر یہ پیش گوئی کرنا کہ ایک خاص مقام پر کہ

مہینے کا نیا ہلال پہلی مرتبہ کب تک دکھائی دے گا، ممکن نہیں "۔ رصدگاہ گرینچ ہی کے ڈاکٹر برنارڈ لوپ راقم کے نام اپنے خط محررہ، ستمبر ۱۹۹۶ء میں تحریر کرتے ہیں: "کسی بھی وقت اور کسی بھی مقام سے چاند کے ہندسی رخ (Geometrical Aspect) کا حساب لگانا تو ممکن ہے مگر یقینی طور پر یہ پیش گوئی کرنا کہ آیا چاند نظر آئے گا، ممکن نہیں "۔ واضح ہو کہ فاضل فتویٰ نگار نے جب " حتمیت " کا دعویٰ کیا، متذکرہ بالا ماہرانہ آراء اس کے بعد تحریر ہوئیں۔ ثابت ہوا کہ رؤیت ہلال کے معاملے میں سائنسی تحقیقات ابھی تک " حتمیت و قطعیت " کے مقام تک نہیں پہنچیں لہذا چاند کی ہیئت اسکی حرکات رفتار، گردش کے دائروں، زاویوں، اوقات وغیرہ وغیرہ کی معلومات کو حتمی کہہ دینے کے باوجود اس کا اطلاق رؤیت ہلال پر زبردستی نہیں کیا جاسکتا۔ فاضل فتویٰ نگار نے جس طرح قمری مہینوں کی اوسط مدت کو بڑے وثوق کے ساتھ ہر ماہ کا " حتمی وقطعی " عرصہ قرار دے کر لاعلمی کا ثبوت دیا۔ اس معاملے میں بھی اسی علمیت کو برقرار رکھا۔

<u>سائنسی تحقیق سے عدم واقفیت اور نئی فقہ</u> :- فاضل فتویٰ نگار تحریر کرتے ہیں:

" یہ موازنہ اور تحقیق اسلئے پیش کی گئی ہے کہ وہ مذہبی ذہن جنہیں سائنسی تحقیقات وانکشافات سے عدم تفقیت کی بناپر بلاوجہ سائنس اور جدید ٹیکنالوجی سے اختلاف اور نفرت ہے اور وہ سائنسی آلات اور انکے مشاہدات کی نسبت مغالطہ اور بدگمانی میں مبتلا رہتے ہیں وہ اپنا خیال درست کر سکیں.... "۔ (صفحہ ۴۹)۔

سائنسی تحقیق سے بے خبری کی بناپر سائنس سے اختلاف اور نفرت کرنا اور بدگمانی میں مبتلا رہنا کسی طور مستحسن نہیں۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو ضرورت سے زیادہ ماڈرن بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ہر مسئلے کو سائنس کی روشنی میں پرکھنے کا پرچار کرتے ہیں مگر خود سائنسی اصولوں سے لاعلم ہوتے ہیں۔ اگر جدیدیت کا شکار یہ لوگ اپنی ناقص سائنسی معلومات کی بنیاد پر نئی فقہ ترتیب دینے لگے تو پھر اسلام کا اللہ ہی حافظ ہے۔

خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔